عظمتِ توحید وسنت

مولانا ابواسعد محمد صدیق
مدرس جامعہ سلفیہ

الحمدلله رب العالمين والصلوٰة والسلام على سيد المرسلين اما بعد: اعوذ بالله من الشيطن الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم. ومن يشرك بالله فكانما خر من السماء فتخطفه الطير او تهوى به الريح فى مكان سحيق (سورة الحج:۳۱)

اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا، اب اسے پرندے اُچک لے جائیں گے یا ہوا اسے کسی دور دراز مقام پر پھینک دے گی۔

قرآن حکم بیان کر رہا ہے کہ جو شخص شرک کا ارتکاب کرتا ہے اس کی مثال ایسے شخص کی مانند ہے جو آسمان کی بلندی سے گر پڑے۔ فضا میں اڑنے والے شکاری پرندے جھپٹا مار کر اسے نوچ کھاتے ہیں یا ہوا اسے کسی دور دراز جگہ پھینک دیتی ہے جہاں اس کے چیتھڑے اڑ جاتے ہیں یعنی دونوں صورتوں میں ہلاکت و تباہی اس کا مقدر ہے۔

۱) قرآن مجید کی بیان کردہ تمثیل میں فطرت کو بلندی میں آسمان سے تشبیہ دی گئی ہے۔

۲) فطرت سے اغماض کر کے شرکیہ عقیدہ اختیار کرنے والے کو ہلاکت میں آسمان سے گرنے والے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

۳) اس مشرک کو اپنے مسلک میں لانے والے علمائے سُوء کو اپنی طرف کھینچنے میں شکاری پرندوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

۴) اس مشرک کی خواہشات نفسانیہ کو وادی ضلالت کے اندر پھینکنے میں ہوا کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

در اصل انسان فطرت پر پیدا ہوتا ہے، رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

مامن مولود الا يولد على الفطرة فابواه يهودانه او ينصرانه او يمجسانه (بخاری ومسلم، مشکوٰۃ المصابیح، باب الایمان بالقدر)

ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے لیکن پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی بناتے ہیں یا عیسائی بناتے ہیں یا مجوسی (وغیرہ) بنا دیتے ہیں۔

اسی طرح قرآن کریم میں ہے:

فطرت الله التى فطر الناس عليها لا تبديل لخلق الله ذالك الدين القيم

(مضبوطی سے پکڑے رکھو) اللہ تعالیٰ کی وہ فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، کوئی ردوبدل نہیں ہو سکتا، اللہ کی تخلیق میں، یہی (اسلام) سیدھا دین ہے (جو فطرت کا تقاضا ہے) (سورۃ الروم:۳۰)

الفطرة الجبلة المتهيئة لقبول الدين (التعریفات للجرجانی)

فطرت سے مراد ایسی طبیعت ہے جو دین کو قبول کرنے کی استعداد رکھتی ہو۔

فطرت پر پیدا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جبلی طور پر ہر انسان میں اپنے خالق و مالک کو پہچاننے کی صلاحیت، دین اسلام کو قبول کرنے کی استعداد، راہ ہدایت کو پانے کی قدرت اور حق کو قبول کرنے کی اہلیت موجود ہوتی ہے جو زندگی میں پیش آمدہ امور کے حسن و قبح میں تمیز کر سکتی ہے۔ اگر بچہ کو فطرت پر رہنے دیا جائے اور ماں باپ وغیرہ کی طرف سے کوئی رکاوٹ درپیش نہ آئے تو وہ ضرور اسی جبلی ہیئت پر رہتے ہوئے زندگی گزارے گا اور توحید باری تعالیٰ و دین حق کے خلاف کسی عقیدہ و نظریہ کو قبول نہیں کرے گا۔

زیر بحث آیت کی تمثیل میں آسمان سے مراد ہے انسان کی فطری حالت جس میں وہ ایک اللہ کے سوا کسی کا بندہ نہیں ہوتا اور توحید کے سوا اس کی فطرت کسی اور مذہب کو نہیں جانتی۔ اگر انسان انبیاء کرام کی دی ہوئی رہنمائی قبول کرے تو وہ اسی فطری حالت پر علم اور بصیرت کے ساتھ قائم ہو جاتا ہے، اور آگے اس کی پرواز مزید بلندیوں ہی کی طرف ہوتی ہے نہ کہ پستیوں کی طرف۔ لیکن شرک اختیار کرتے ہی وہ اپنی فطرت کے آسمان سے یکا یک گر پڑتا ہے۔ اور پھر اس کو دو صورتوں میں سے کوئی ایک صورت لازماً پیش آتی ہے۔ ایک یہ کہ شیاطین اور گمراہ کرنے والے انسان۔ جن کو اس تمثیل میں شکاری پرندوں سے تشبیہ دی گئی ہے اس کی طرف جھپٹتے ہیں اور ہر ایک اسے اچک لے جانے کی کوشش کرتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کی اپنی خواہشات نفس اور اس کے اپنے جذبات و تخیلات جن کو ہوا سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اسے اڑائے اڑائے پھرتے ہیں اور آخر کار اس کو کسی گہرے کھڈ میں لے جا کر پھینک دیتے ہیں۔

جب انسان فطرت پر رہتے ہوئے

شریعت کو قبول کر لیتا ہے تو وہ اس صراط مستقیم پر گامزن ہو جاتا ہے جس پر چلتے ہوئے وہ اپنی منزل مقصود یعنی جنت تک پہنچ جائے گا۔ لیکن شیطان جس نے انسان کو گمراہ کرنے کی قسم کھا رکھی ہے۔ اس کی ہر وقت کوشش ہوتی ہے کہ یہ مسلمان صراط مستقیم سے بھٹک جائے تا کہ اپنی منزل مقصود تک نہ پہنچ سکے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

خط لنا رسول الله ﷺ خطا ثم قال، هذا سبيل الله، ثم خط خطوطا عن يمينه وعن شماله، وقال هذه سبل على كل سبيل منها شيطان يدعو اليه وقرأ وان هذا صراطي مستقيما فاتبعوه ولا تتبعوا السبل فتفرق بكم عن سبيله ذالكم وصاكم به لعلكم تتقون (مسند احمد، نسائی، دارمی، مشکوۃ المصابیح باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

رسول اللہ ﷺ نے ہمارے (سمجھانے کے) لئے (ایک سیدھا) خط کھینچا اور فرمایا: یہ اللہ کا راستہ ہے بعد ازاں اس کے دائیں اور بائیں (جانب) کچھ خط کھینچے اور فرمایا: یہ شیطان کے راستے ہیں اور ہر راہ (کے کنارے) پر شیطان ہے جو (لوگوں کو) اپنی طرف بلاتا ہے اور آپ ﷺ نے آیت تلاوت کی اور بے شک یہی میری سیدھی راہ ہے پس اسی پر چلو اور دوسری راہوں پر نہ چلو، کہ وہ تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گے، یہ اللہ نے تم کو حکم دیا ہے تا کہ تم بچتے رہو۔

عن جابر بن عبدالله قال كنا عند النبي ﷺ فخط خطا وخط خطين عن يمينه وخط خطين عن يساره ثم وضع يده في الخط الاوسط فقال هذا سبيل الله ثم تلا هذه الآية وان هذا صراطي مستقيما فاتبعوه ولا تتبعوا السبل فتفرق بكم عن سبيله (ابن ماجہ، المقدمہ باب اتباع سنۃ رسول اللہ ﷺ، مسند احمد ۳/۳۹۷)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے پاس (بیٹھے ہوئے) تھے تو آپ ﷺ نے ایک لکیر کھینچی پھر آپ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ درمیانی لکیر پر رکھا اور فرمایا: یہ اللہ کی راہ ہے پھر یہ آیت پڑھی، اور یہ کہ (دین اسلام) میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے پس اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو نہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گے۔

توحید باری تعالیٰ اور اتباع سنت ہی صراط مستقیم ہے جس سے گمراہ کرنے والے شیاطین انسانوں سے بھی ہو سکتے ہیں اور جنوں سے بھی (من الجنۃ والناس) انسانوں میں سے علماء سُوء جو شیطان کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ توحید و سنت کی سیدھی راہ سے ہٹا کر شرک و بدعت کی ٹیڑھی راہوں کی طرف لے جاتے ہیں، دین اور دنیا دونوں کا نقصان کرتے ہیں، مختلف بہانوں سے مال بھی کھاتے ہیں اور غلط مسائل بتا کر عوام کو اللہ تعالیٰ کے دین سے دور رکھتے ہیں۔ قرآن کریم میں ہے:

يا ايها الذين آمنوا ان كثيرا من الاحبار والرهبان لياكلون اموال الناس بالباطل ويصدون عن سبيل الله (سورۃ التوبۃ:۳۴)

اے ایمان والو اکثر علماء اور پیر لوگوں کا مال ناحق کھا جاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روک دیتے ہیں۔

احبار، حبر کی جمع ہے اس سے مراد علمائے یہود ہیں۔ اور رھبان راھب کی جمع ہے اس سے مراد علمائے نصاریٰ ہیں، بدقسمتی سے بہت سے علمائے مسلمین کا یہی حال ہے اور یوں نبی کریم ﷺ کی پیشگوئی کا مصداق ہیں جس میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

لتتبعن سنن من كان قبلكم (صحیح بخاری، کتاب الاعتصام)

تم پچھلی امتوں کے طور طریقوں کی ضرور پیروی کرو گے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

میں نہیں جانتا کیا لکھوں، جس طرح مخلوقات کی خلاصی علماء کے وجود پر وابستہ ہے۔ جہاں کا خسارہ بھی انہی پر منحصر ہے علماء میں سے بہتر عالم تمام جہانوں کے انسانوں سے بہتر ہے اور علماء میں سے بدتر عالم تمام جہانوں کے انسانوں سے بدتر ہے کیونکہ تمام جہان کی ہدایت و گمراہی انہیں پر موقوف ہے۔ کسی بزرگ نے ابلیس لعین کو دیکھا کہ فارغ اور بےکار بیٹھا ہے اس نے اس کا سبب پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ اس وقت کے علماء میرا کام کر رہے ہیں بہکانے اور گمراہ کرنے میں وہی کافی ہیں۔ (مکتوبات امام ربانی، دفتر اول مکتوب:۵۳)

اسی قسم کے مولوی حق کو باطل کے ساتھ ملا کر عوام کے سامنے علماء و مشائخ کے روپ میں آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم دین کی طرف بلاتے ہیں جبکہ وہ جھوٹے ہوتے ہیں۔ موضوع احادیث بیان کرتے ہیں، عقائد فاسدہ اور بدعات سیئہ ایجاد کرتے ہیں۔ ایسے ہی قسم کے دجالوں سے متعلق نبی کریم ﷺ پیش گوئی فرما گئے ہیں:

يكون في آخر الزمان دجالون كذابون ياتونكم من الاحاديث بمالم تسمعوا انتم ولا آبائوكم فاياكم واياهم لا يضلونكم ولا يفتنونكم (صحیح مسلم، مشکوۃ المصابیح باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

آخری زمانے میں دجال کذاب قسم کے لوگ نمودار ہوں گے جو تمہارے پاس ایسی حدیثیں پیش کریں گے جن کو تم نے نہ تمہارے باپ دادوں نے سنا ہوگا پس تم خود کو ان سے اور ان کو اپنے سے

در رکھو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں اور تمہیں فتنہ میں نہ ڈالیں۔

دوسری چیز جو مشرک کی تباہی کا سبب بنتی ہے وہ اس کی خواہشات نفسانیہ ہیں یعنی مشرک اپنی خواہش نفس کا اسیر ہو جاتا ہے پھر وہ کسی دلیل اور علم کی بات پر توجہ نہیں دیتا، بلکہ اپنے نفس کو ہی اپنا الٰہ و قائد بنالیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ارایت من التخذ الهه هواه افانت تکون علیه و کیلا (الفرقان:۴۳)

کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہے کیا آپ اس کے ذمہ دار ہو سکتے ہیں۔

خواہش نفس کو الٰہ بنا لینے سے مراد اس کی بندگی کرنا ہے، اور یہ بھی حقیقت کے اعتبار سے ویسا ہی شرک ہے جیسا بت کو پوجنا یا کسی مخلوق کو معبود بنانا حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

ما تحت ظل السماء من الٰه یعبد من دون الله تعالیٰ اعظم عند الله عزوجل من هوی یتبع (طبرانی)

آسمان کے سایہ کے نیچے اللہ تعالیٰ کے سوا جتنے معبود بھی پوجے جا رہے ہیں ان میں اللہ کے نزدیک بدترین معبود وہ خواہش نفس ہے جس کی پیروی کی جا رہی ہو۔

ام تحسب ان اکثرهم یسمعون او یعقلون ان هم الا کالانعام بل هم اضل سبیلا (سورۃ الفرقان:۴۴)

کیا تم سمجھتے ہو کہ ان میں سے اکثر سنتے اور سمجھتے ہیں؟ یہ تو جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے۔

خواہش نفس کو اپنا رہبر بنانے کے بعد انسان اسی سطح پر آ جاتا ہے جو جانوروں کی سطح ہے جانور سوچ کر کوئی کام نہیں کرتے بلکہ صرف جبلی تقاضے کے تحت کرتے ہیں۔ اب اگر انسان بھی اپنے سوچنے کی صلاحیت کو کام میں نہ لائے اور خواہش نفس کے تحت چلنے لگے تو اس میں اور جانور میں کیا فرق باقی رہا۔

جس طرح بھیڑ بکریوں کو یہ پتہ نہیں ہوتا کہ ہانکنے والا انہیں چراگاہ کی طرف لے جا رہا ہے یا بوچڑ خانے کی طرف۔ وہ بس آنکھیں بند کر کے ہانکنے والے کے اشاروں پر چلتی رہتی ہیں۔ اسی طرح یہ عوام الناس بھی اپنے شیطان نفس اور اپنے گمراہ کن لیڈروں کے اشاروں پر آنکھیں بند کئے چلے جا رہے ہیں۔ کچھ نہیں جانتے کہ وہ انہیں فلاح کی طرف ہانک رہے ہیں یا تباہی و بربادی کی طرف۔ اس حد تک تو ان کی حالت بھیڑ بکریوں کے مشابہ ہے۔ لیکن بھیڑ بکریوں کو اللہ تعالیٰ نے عقل و شعور سے نہیں نوازا ہے۔ وہ اگر چرواہے اور قصائی میں امتیاز نہیں کرتیں تو کچھ عیب نہیں۔ البتہ حیف ہے ان انسانوں پر جو اللہ سے عقل و شعور کی نعمتیں پا کر بھی اپنے آپ کو بھیڑ بکریوں کی سی غفلت و بے شعوری میں مبتلا کرلیں۔

مشرک اپنی خواہش نفس کے پیچھے چلتا ہے جبکہ مومن موحد کی یہ شان ہے کہ وہ اپنی خواہش نفس کے پیچھے نہیں چلتا بلکہ وہ اپنے آپ کو اور اپنی خواہش نفس کو رب کی شریعت کے پیچھے چلاتا ہے اسی لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لا یومن احدکم حتی یکون هواه تبعا لما جئت به (شرح السنۃ مشکوٰۃ المصابیح، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)۔

تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش نفس اس (شریعت) کے تابع نہ ہو جس کو میں لایا ہوں۔

خواہش نفس ہی ہے جو انسان کو عقیدہ و عمل میں بدعت سازی پر مجبور کرتی ہے پھر بدعات اور بدعات سے پیار و محبت انسان کے رگ و پے میں اس طرح سرایت کر جاتی ہے کہ اب اس سے توبہ کی توفیق بھی نصیب نہیں ہوتی، کیونکہ بدعت کا ارتکاب گناہ نہیں بلکہ ثواب سمجھ کر کیا جاتا ہے۔ بدعات کے برے انجام کو نبی کریم ﷺ نے اسی طرح بیان فرمایا:

وانه سیکون فی امتی اقوام تتجاری بهم تلک الاهواء کما یتجاری الکلب بصاحبه لا یبقی منه عرق و لا مفصل الا دخله (مسند احمد۴/۱۰۴، ابوداؤد، کتاب السنۃ باب فی شرح السنۃ)

بے شک میری امت میں ایسے لوگ ظاہر ہوں گے جن میں (بدعات کی) خواہشات یوں سرایت کر جائیں گی جیسا کہ باؤلے کتے کی بیماری کاٹے ہوئے آدمی کی رگوں میں سرایت کر جاتی ہے اس کی کوئی رگ اور کوئی جوڑ باقی نہیں رہتا مگر اس میں بیماری داخل ہو جاتی ہے۔

بدعات کے دل دادا شخص کو باؤلے کتے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے باؤلے کتے کی کچھ خصوصیات ہیں: (۱) بے تحاشا دوڑتا ہے (۲) ہر ایک کو کاٹتا ہے (۳) پانی سے دور بھاگتا ہے (۴) کہیں دور جنگل اور صحراء میں مر جاتا ہے۔

اسی طرح (۱) بدعتی بھی دنیا کمانے کیلئے ہر وقت دوڑتا ہے (۲) اہل توحید و سنت پر طعن و بدزبانی کرتا ہے (۳) علم کے پانی (قرآن و حدیث کے دلائل) سے دور بھاگتا ہے (۴) ضلالت و گمراہی کے جنگل و صحراء میں مر جاتا ہے۔

بدعتی خواہش نفس کے پیچھے بھاگتا ہے اور دلائل سے دور بھاگتا ہے جبکہ پیغمبر اسلام ﷺ اور ان کے متبعین کی شان قرآن نے یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ عقیدہ و عمل کی بنیاد کامل یقین اور بصیرت و دلیل پر قائم ہونی چاہئے:

قل هذه سبیلی ادعوا الی الله علی بصیرة انا و من اتبعنی و سبحان الله وما انا

من المشرکین (سورة یوسف:۱۰۸)

کہو یہ میرا راستہ ہے، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں سمجھ بوجھ کر، میں بھی اور وہ لوگ بھی جنہوں نے میری پیروی کی ہے اور اللہ پاک ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔

دلیل ربانی پر قائم انسان اور خواہشات و بدعات کا پیروکار برابر نہیں ہو سکتے۔قرآن مجید میں ہے:

افمن کان علی بینة من ربه کمن زین له سوء عمله واتبعوا اهواء هم (سورة محمد:۱۴)

کیا وہ جو اپنے رب کی طرف سے واضح دلیل پر ہے، وہ اس کی طرح ہو جائے گا جس کا برا عمل اس کیلئے خوشنما بنا دیا گیا ہے اور وہ اپنی خواہشات پر چل رہا ہے۔

فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا پھر پرندے اس کو اچک لیں یا ہوا اس کو کسی دور دراز مقام پر لے جا کر ڈال دے۔یعنی جس طرح آسمان سے گرنے والا تباہ و برباد ہو جاتا ہے کہ پہلے تو فضا میں اڑنے والے مردار خور پرندے ہی اس کو نہیں چھوڑتے اس کا گوشت نوچ کھاتے ہیں اور اپنے پنجوں سے اس کو چیر پھاڑ دیتے ہیں، باقی اس کی ہڈی پسلی جو بچتی ہے تو وہ ہوا کے تھپیڑوں میں آ جاتی ہے۔اور وہ جب اسے پٹخا کر زمین پر پھینکتی ہے تو ہڈی پسلی ٹوٹ پھوٹ جاتی ہے۔

فکذالک من اشرک بالله حبطت اعماله الصالحة وحلت به نقمة الله (زبدة التفاسیر من فتح القدیر:۴۳۸)

پس اس طرح جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے اس کے اعمال صالحہ تباہ و برباد ہو جاتے ہیں مزید یہ کہ وہ اللہ کے عذاب کا شکار ہو جاتا ہے۔

انسان کو اللہ تعالیٰ نے اکرم الخلق اور اشرف المخلوقات بنایا، فرشتوں کو اور ابلیس کو حکم ہوا کہ اسے سجدہ کرو، فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے انکار کیا اور ہمیشہ کیلئے ذلیل ہوا۔ابلیس نے چونکہ انسان کے شرف و شان کو شروع دن سے ہی تسلیم نہیں کیا، اس وقت سے اس کی ساری کوشش یہ ہے کہ انسان کو ذلیل کرے لہٰذا وہ انسان کو گناہ میں آلودہ کر کے اپنے مقصد میں کامیاب ہونے کی کوشش کرتا ہے، سب سے بڑا گناہ چونکہ شرک ہے لہٰذا وہ انسان کو مشرک بنانے کی پوری کوشش کرتا ہے کہ وہ کسی مخلوق کو سجدہ کرے انسان چونکہ اشرف المخلوقات (بلند ترین مخلوق) ہے لہٰذا جب انسان رب رحمان کی ذات کے علاوہ کسی مخلوق کو سجدہ کرتا ہے تو وہ اسفل السافلین (ذلیل ترین مخلوق) سے ہو جاتا ہے۔یعنی سب مخلوقات سے نچلے درجے پر جا کر ذلیل ہوا گویا کہ وہ آسمان شرف کی بلندی سے گر کر اهون المخلوقات (حقیر ترین مخلوق) ٹھہرا۔ اب ایسا شخص شیطان لعین اور اس کے پیروکار پیروں فقیروں کے ہتھے چڑھ جاتا ہے جو اس کو کہیں کا نہیں چھوڑتے، نہ گھر کا نہ گھاٹ کا۔یا وہ جانور کی سوچ لے کر در در کی ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے کبھی اس مزار پر اور کبھی اس دربار پر۔ یہاں مکان سحیق کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔سحیق کا لفظ سحق سے نکلا ہے، جس کے اصل معنی پیسنے کے ہیں کسی جگہ کو سحیق اس صورت میں کہیں گے جبکہ وہ اتنی گہری ہو کہ جو چیز اس میں گرے وہ پاش پاش ہو جائے، یہاں فکر و اخلاق کی پستی کو اس گہرے کھڈ سے تشبیہ دی گئی ہے جس میں گر کر آدمی کے پرزے اڑ جائیں۔

بہر کیف آیت زیر بحث میں آسمان سے مراد فطرت، توحید اور ایمان کی بلندی مراد ہے لہٰذا مومن جب فوت ہوتا ہے تو آسمان کی بلندی کی طرف لے جایا جاتا ہے اور اس کیلئے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں جب کہ مشرک و کافر جب فوت ہوتا ہے تو اس کیلئے آسمان کے دروازے نہیں کھلتے، اور اسے ادھر ہی سے پھینک دیا جاتا ہے۔حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مومن میت کا ذکر کیا اور فرمایا:

حتی ینتهوا بها الی السماء الدنیا فیستفتحون له فیفتح له فیشیعه من کل سماء مقربوها الی السماء التی تلیها حتی ینتهی به الی السماء السابعة فیقول الله عزوجل اکتبوا کتاب عبدی فی علیین وا عیدوه الی الارض فانی منها خلقتهم وفیها اعیدهم ومنها اخرجهم تارة اخری قال فتعاد روحه فی جسده

یہاں تک کہ فرشتے اسے لیکر پہلے آسمان تک پہنچتے ہیں، اور اس کیلئے دروازہ کھولنے کا مطالبہ کرتے ہیں تو اس کیلئے دروازہ کھول دیا جاتا ہے پھر ہر آسمان کے مقرب فرشتے اس کو اگلے آسمان تک وداع کرنے کیلئے جاتے ہیں یہاں تک کہ اسے ساتویں آسمان تک لے جایا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔میرے بندے کی کتاب علیین میں لکھ دو اور اس کو زمین کی طرف لے جاؤ۔ میں نے ان کو اسی سے پیدا کیا اور اسی میں لوٹاؤں گا اور اسی سے ان کو دوسری مرتبہ نکالوں گا۔ پھر اس کی روح کو اس کے جسم میں واپس لایا جاتا ہے...... پھر کافر و مشرک کے متعلق فرمایا:

حتی ینتهی به الی السماء الدنیا فیستفتح له فلا یفتح له ثم قرا رسول الله ﷺ لا تفتح لهم ابواب السماء ولا یدخلون الجنة حتی یلج الجمل فی سم الخیاط فیقول الله عزوجل اکتبوا کتابه فی سجین فی الارض السفلی فتطرح روحه طرحا ثم قرا ومن یشرک بالله فکانما خر من السماء فتخطفه الطیر او تهوی به الریح فی مکان سحیق فتعاد

روحه فی جسده

یہاں تک کہ اس کو آسمان دنیا تک لے جایا جاتا ہے اس کیلئے دروازہ کھولنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے لیکن اس کیلئے دروازہ نہیں کھولا جاتا پھر رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی "ان کیلئے دروازے نہیں کھولے جاتے اور نہ ہی وہ جنت میں داخل ہو سکیں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے (سورۃ الاعراف:۴۰) تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس کی کتاب کو سجین میں نچلی زمین میں لکھو، پھر اس کی روح کو وہیں سے پھینک دیا جاتا ہے، پھر آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی اور جس شخص نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنایا تو وہ ایسے ہے جیسے آسمان سے گرے پھر اسے پرندے اچک لیں یا ہوا اسے کسی دور دراز مقام میں پھینک دے، پھر اس کی روح اس کے جسم میں واپس لائی جاتی ہے (مسند احمد ۴/۲۸۷)

مشرک کیلئے مکان سحیق بتایا گیا ہے اسی لئے اس کا حوض کوثر پر سحقا سحقا کے الفاظ کے ساتھ استقبال کیا جائے گا حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

انی فرطکم علی الحوض من مر علی شرب ومن شرب لم یظما ابدا لیردن علی اقوام اعرفهم ویعرفونی ثم یحال بینی وبینهم وفی روایة ابی سعید الخدری فاقول انهم منی فیقال انک لا تدری ما احدثوا بعدک فاقول سحقا سحقا لمن غیر بعدی وقال ابن عباس سحقا بعدا یقال سحیق بعید سحقه واسحقه ابعده

(صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب فی الحوض)

میں اپنے حوض کوثر پر تم سے پہلے موجود رہوں گا جو شخص بھی میری طرف سے گزرے گا وہ اس کا پانی پیئے گا اور جو اس کا پانی پیئے گا وہ پھر کبھی پیاسا نہیں ہوگا اور وہاں کچھ ایسے لوگ بھی میرے پاس آئیں گے جنہیں میں پہچانوں گا اور وہ مجھے پہچانیں گے لیکن پھر میرے اور ان کے درمیان رکاوٹ کھڑی کر دی جائے گی تو میں کہوں گا کہ یہ تو مجھ میں سے ہیں۔ آنحضرت ﷺ سے کہا جائے گا کہ بے شک آپ کو نہیں معلوم کہ انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا کیا نئی چیزیں ایجاد کر لیں تھیں۔ اس پر میں کہوں گا: دور ہو، دفع ہو جاؤ جس نے میرے بعد دین میں تبدیلی کر لی تھی، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سحقا کا معنی دفع ہونا، دور کرنا۔ سحیق کا معنی بعید یعنی دور اسحقہ کا معنی اس نے اس کو اپنے آپ سے دور کر دیا۔

آپ کہیں گے کہ اس حدیث میں تو بدعتیوں کا ذکر ہے جنہوں نے دین میں نئے نئے اعمال وعبادات جاری کیں اور انہیں سحقا سحقا کے الفاظ کے ساتھ دفع دور کیا جائے گا۔

میں کہتا ہوں کہ شرک کی ابتداء ہی بدعت سے ہوتی ہے، شرک کی سیڑھی کا پہلا زینہ ہی بدعت ہے کیونکہ اصل توحید ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا اب جب کوئی شخص توحید کو ترک کر کے شرک کو اختیار کرتا ہے تو وہ ایک نئے عقیدے کو ایجاد کرتا ہے جس کا ثبوت دین اسلام میں نہیں۔ پھر دیکھئے جو علماء و مشائخ بدعات ایجاد کرتے ہیں وہ خود اللہ تعالیٰ کے شریک بنتے ہیں کیونکہ دین سازی صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے قرآن کریم میں ہے:

الا للہ الدین الخالص (سورۃ الزمر:۳)

خبردار دین خالص اللہ کا حق ہے۔

جبکہ بدعت سازی شرک فی التشریع ہے اور جو لوگ ان علماء و مشائخ کی ایجاد کردہ بدعات کو مانتے ہیں وہ ان کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

ام لهم شرکاء شرعوا لهم من الدین ما لم یاذن به الله (سورۃ الشوریٰ:۲۱)

کیا انہوں نے (اللہ کے) کچھ شریک بنا رکھے ہیں جو ان کیلئے دین میں ایسے طریقے جاری کرتے ہیں جن کی اللہ نے اجازت نہیں دی۔

اسی طرح فرمایا:

اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابا من دون الله والمسیح ابن مریم وما امروا الا لیعبدوا الها واحدا لا اله الا هو سبحانه عما یشرکون (التوبۃ:۳۱)

ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو رب بنالیا ہے اور مریم کے بیٹے مسیح کو حالانکہ انہیں صرف ایک اکیلے اللہ ہی کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ پاک ہے ان کے شریک مقرر کرنے سے۔

اس آیت کی تفسیر حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کردہ حدیث سے بخوبی ہو جاتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے یہ آیت سن کر عرض کیا کہ یہود و نصاریٰ نے تو اپنے علماء کی کبھی عبادت نہیں کی، پھر یہ کیوں کہا گیا کہ انہوں نے ان کو رب بنالیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ ٹھیک ہے کہ انہوں نے ان کی عبادت نہیں کی، لیکن یہ بات تو ہے نا کہ ان کے علماء نے جس کو حلال قرار دے دیا، اس کو انہوں نے حلال اور جس چیز کو حرام قرار دیا، اس کو حرام ہی سمجھا۔ یہی ان کی عبادت کرنا ہے (صحیح ترمذی للالبانی:۲۴۷۱)

معلوم ہوا کہ ہر مشرک بدعتی ہے اور ہر بدعتی مشرک ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو شرک وبدعت سے محفوظ رکھے اور توحید و سنت پر قائم و دائم رکھے۔ آمین یارب العالمین

☆☆☆☆☆☆